# خطبہ

## صدرِ مجلسِ استقبالیہ یومِ سپرو

## عالیجناب نوابِ محمد افتخار علی خان بہادر اُف پٹودی

۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء

شائع کردہ

سپرو اکیڈمی دہلی

مطبوعہ پنجاب نیشنل پریس دہلی

## جنابِ صدر، معزز خواتین و حضرات!

دہلی کے اس شہر میں جسے اُردوئے معلیٰ کا گھر ہونے کا فخر حاصل ہے، اور اس دہلی کالج میں جس کا اُردو کلچر کی نشو و نما سے گہرا تعلق رہا ہے، میں اُردو کے ادیبوں، شاعروں، مفکّروں اور بہی خواہوں کا خلوصِ دل کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہوں، جو "یومِ سپرو" کے سلسلہ میں یہاں تشریف لائے ہیں۔ سر تیج بہادر سپرو ہمارے اُس ملے جلے کلچر کی پیداوار تھے جسے ہم بجا طور پر اُردو کلچر کہہ سکتے ہیں۔

سر تیج بہادر سپرو کی ہمہ گیر شخصیت سے آپ سب حضرات اچھی طرح واقف ہیں، مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ان تمام بلندیوں کے علاوہ جو سر تیج کو حاصل تھیں، وہ انجمن ترقی اردو کے صدر کی حیثیت سے بھی ممتاز تھے۔ موصوف کی یاد میں ایک اکیڈیمی قائم کی جا رہی ہے۔ جس کا مقصد اس اردو کلچر کا تحفّظ ہے۔ جو اس ملک میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے صدیوں کے میل جول سے پیدا ہوا۔ اور جو بقول سر تیج "ناقابلِ تقسیم ہے"۔ اُردو زبان سر تیج بہادر سپرو کے الفاظ میں "ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تہذیبی تعلق اور میل جول کا ایک زبردست رشتہ رہی ہے اور یہ کام وہ آج بھی کر سکتی ہے"۔ اور اسی سلسلہ میں وہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "اگر ایک طرف مذہب اور سیاسیات، سماج کو گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے اختلافِ رائے کو تیز اور تلخ کر دیتے ہیں، تو دوسری طرف ایک مشترک تہذیب کی پیروی سے ہمارے دل ملتے

ہیں اور آپس کی تلخیاں ہلکی ہو جاتی ہیں۔ یہی وہ تجربہ ہے جو اس اکیڈیمی کے پیش نظر ہے جو سر تیج بہادر سپرو کے نام سے قائم کی جا رہی ہے۔

اُردو زبان اس ملک کے رہنے والوں کی مشترکہ جدوجہد کا نتیجہ اور ایک دوسرے کے لئے جذبات خیر سگالی کا آئینہ ہے۔ آج بھی جبکہ ہندی کو حکومت کی زبان تسلیم کر لیا گیا ہے، اردو کی وسعت قبولیت اور ہمہ گیری میں کوئی نمایاں فرق نہیں آیا ہے اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اردو زبان کو صدیوں سے اس ملک کی عوامی زبان ہونے کا فخر حاصل رہا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر کسی شاداب اور سرسبز گلستاں پر آبیاری اور نشو و نما کے تمام وسائل و ذرائع بند کر دیئے جائیں تو جلد یا بدیر ہمیں اس کے کمہلانے اور مرجھانے کا یقین کر لینا چاہیئے۔ اردو زبان کے معاملہ میں اس قدرتی قانون کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے یہ ہمارا فرض ہے کہ حالات کے موجودہ دور میں ہم سب مل جل کر اپنے اس مشترکہ سرمایہ کے تحفظ کے لئے کوئی تعمیری قدم اٹھائیں اور استقلال کے ساتھ اپنے فیصلہ پر قائم رہیں۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ملک کی آزادی سے پہلے اردو زبان ہی پر نہیں بلکہ ہندوستان کی تمام صوبائی و علاقائی زبانوں کے لئے بھی ترقی و توسیع کی راہیں قانوناً تو نہیں لیکن عملاً بند تھیں بعض سیاسی پیچیدگیوں کی وجہ سے اُردو زیادہ متاثر ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان کے نئے آئین میں اُردو کا ایک درجہ ہے اور اس کی ترقی کی راہ میں بظاہر کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن جب ہم ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے اور بعد کے زمانہ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تمام رکاوٹوں کے باوجود اردو زبان ترقی کرتی رہی۔ لیکن اب جبکہ اس کو ایک آئینی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ اس کی ہمہ گیری کم ہوتی جا رہی ہے۔

کسی زبان کو ترقی دینے اور اسے مقبول بنانے کے لئے اگرچہ حکومت کی سرپرستی بھی ایک تعمیری درجہ رکھتی ہے۔ لیکن ہمیں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ جمہوری طرز حکومت میں حکومت کا تعاون، اشتراک عمل اور سرپرستی بھی صرف انہیں تحریکوں کے حصہ میں آتی ہے جن کی پشت پر صرف عوام ہی کی نہیں بلکہ مفکرین و مدبرین کی قوتیں بھی ہوں۔

مجھے انتہائی مسرت ہے کہ آج ہم صرف اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ اردو زبان یا دوسرے الفاظ میں مشترکہ کلچر کی بقا اور اس کی ترقی کے وسیلوں کو مستقل اور پائیدار بنا سکیں۔ یوں تو ہندوستان میں یہ کوششیں مشاعروں اور ادبی جلسوں کی شکل میں بھی ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔ لیکن یہ باتیں تو تعمیری کوشش کے سلسلہ میں صرف تقویت ہی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ ضرورت ہے ٹھوس کام کرنے کی۔ اکیڈمی کو اس حقیقت کا پورا پورا احساس ہی نہیں ہے بلکہ یہ کام اکیڈمی کے پیش نظر بھی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اکیڈمی کو اس کا بھی یقین ہے کہ یہ کام اس وقت تک پورے نہیں ہو سکتے جب تک آپ کی عملی ہمدردیاں اس کے ساتھ نہ ہوں۔ آج جو حضرات اس جگہ جمع ہوئے ہیں اور جن کو خوش آمدید کہنے کے لئے مجھے کھڑا کیا گیا ہے وہ ہمارے ملک اور ہماری زبان کے بہترین دل و دماغ ہیں۔ ہم کو یقین ہے کہ وہ اکیڈمی کی عملی رہنمائی فرمائیں گے۔

آج وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنی زبان کو زمانہ کے نئے تقاضوں کے سانچوں میں ڈھالیں اور نئی ایجادوں کی روشنی میں رسم والخط کی اصلاح کریں۔ ملک کی ترقی یافتہ زبانوں کی تصانیف کو اردو میں منتقل کریں اور اردو کی نئی اور پرانی کتابوں کو ان زبانوں میں پیش کریں۔ یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی۔ یہ سلسلہ ایک زمانہ سے قائم تھا اور جو اب معدوم ہو چلا تھا۔ ابوجعفر فلکی نے دس برس ہندوستان میں رہ کر سنسکرت کے تمام علوم و فنون حاصل کئے پھر عربی میں سنسکرت خیالات کو نشر کیا۔ ابوریحان بیرونی نے اپنی زندگی کے سولہ برس صرف کر کے سنسکرت میں کمال حاصل کیا اور پھر سنسکرت میں عربی ذہنیت اور عربی میں سنسکرت ذہنیت کو سمویا۔ امیر خسرو، فیضی، مولانا غلام علی آزاد اور دوسرے مسلمان ادیبوں اور عالموں نے فارسی سے بھاشا میں اور سنسکرت سے فارسی میں ان گنت کتابوں کے ترجمے کئے۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کا ذوق اس قدر ترقی کر گیا۔ کہ محمد شاہ کے زمانہ میں جب راجہ جے سنگھ والئی جے پور نے بیس لاکھ کے صرف سے ایک رصدگاہ جے پور میں قائم کی اور فن ریاضی کی طرف

ان کو توجہ ہوئی تو مسلمان عالموں نے راجہ کے حکم سے عربی کی ایک مشکل ترین کتاب شرح حسیمی کا ترجمہ بھاشا میں کیا۔ علماء اسلام نے سنسکرت اور بھاشا کی نظموں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ مولانا غلام علی آزاد نے ایک جگہ اس کی مثال دی ہے۔ عربی میں سنسکرت کے دو شعروں کا ترجمہ یوں ہے۔

لَقَدْ نَحُلَتْ فِیْ یَوْمِ رَاحَ حَبِیْبُہَا
اِلٰی اَنْ ھَوٰی مِنْ سَاعِدَیْھَا انضَادُھَا
وَلَمَّا اَتَاھَا مُخْبِرٌ عَنْ قُدُوْمِہٖ
عَلٰی سَاعِدِ الْمَلْاٰنِ ضَاقَ سِوَارُھَا

یعنی :۔ جس دن اس کے محبوب نے سفر کیا وہ اس قدر دبلی ہوگئی کہ اس کی دونوں کلائیوں سے زیورات گر پڑے۔ اور جب قاصد نے محبوب کی آمد کا مژدہ سنایا تو اس کے کنگن اس کی بھری ہوئی کلائیوں پر تنگ ہوگئے۔

اسی طرح امیر خسرو نے اپنے جذبات کا اظہار بھاشا میں کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک دوہا ہے۔ انسان جس بدترین گناہ کا سزاوار ہو سکتا ہے وہ بے وقوفی ہے۔ عقل مند نہ بیوقوفوں کا کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ ان سے بدلہ لے سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

گیانی سے گیانی لڑے گیان سوایا ہوئے
گیانی سے مورکھ لڑے ترت لڑائی ہو

یعنی جب کسی عالم سے بحث کسی عقل مند کی ہوتی ہے۔ تو دونوں کے علم میں اضافہ ہوتا ہے مگر جب عالم اور بے وقوف میں بحث ہوتی ہے تو فوراً لڑائی ہو جاتی ہے۔ ان مثالوں سے میرا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اگلے لوگوں نے رواداری اور بلند نظری سے علوم و فنون کو بغیر کسی تعصب یا عناد کے اپنی اپنی زبانوں میں منتقل کیا تو آج یہ کیوں ناممکن ہے؟ جبکہ اردو ہماری مشترکہ زبان اور اس کی تدوین میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا برابر

کا حصّہ ہے۔

پنڈت رتن ناتھ سرشار، پنڈت برج نرائن چکبست، اور منشی پریم چند کا ادبی درجہ سب کو تسلیم ہے اور اس دور میں تو ہندو ادیبوں کی تعداد پہلے سے بھی کہیں زیادہ ہے بلکہ بہت سے سکھ ادیب بھی اُردو زبان کے ممتاز ادیب ہیں۔

کرشن چندر، رگھوپتی سہائے فراق، اپندر ناتھ اشک، کنور مہندر سنگھ بیدی، بلونت سنگھ، کنہیا لال کپور۔ اور صدہا ممتاز ادیب ہیں اور اُردو کے سب سے بڑے پبلیشر منشی نول کشور انجہانی رہے ہیں جن کے مطبع نے پچھلے ایک سو سال میں اُردو کی جو خدمت کی ہے اُس کی دوسری مثال سارے ملک نظر نہیں آتی۔

میں ایک عام غلط فہمی کو بھی دور کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا مذہبی لٹریچر اردو میں ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ اسلامی علوم کا تو بہت تھوڑا حصّہ اردو میں ہے۔ اور باقی سارے کا سارا عربی و فارسی میں ہے۔ اور فارسی و عربی پڑھے بغیر اسلامی علوم کی تحصیل مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اس سے قطع نظر اگر اردو میں ایک طرف اسلامی علوم کی کتابوں کے ترجمے ہوئے تو دوسری طرف ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے ترجمے بھی ہوئے۔ ویدوں کے ترجمہ کے علاوہ مہابھارت، رامائن، منوسمرتی، اور بھگوت گیتا کے متعدد ترجمہ بھی نظم و نثر میں ہو چکے ہیں۔ آپ کو ان ترجموں کے کچھ قدیم نمونے اس نمائش میں بھی نظر آئیں گے جو یوم سپرو کے سلسلہ میں ہو رہی ہے۔ اُردو کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ جنگ آزادی میں اُردو زبان نے جو حصّہ لیا ہے وہ آپ اپنی مثال ہے اور اس میدان میں ہندوستان کی کوئی دوسری زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ان سب امور کے پیشِ نظر اس اکیڈیمی کی نسبت سر تیج بہادر سپرو کی ذاتِ گرامی سے اس لئے قائم کی گئی ہے کہ وہ اردو زبان کے ممتاز ادیب، بہترین مفکر اور ساتھ ہی اس کی نشر و اشاعت کے سرگرم وکیل بھی تھے۔ شعر و شاعری پر ایسی تنقیدی نظر تھی کہ ہندوستان کے اکابر شعرا سر تیج بہادر کو اپنے

دیوان بھیجتے اور موصوف کا بعض شعرا کے کلام پر مقدمہ و تبصرہ ان کی بلندیٔ فکر ونظر کی آئینہ داری کرتا ہے۔ اس اکیڈیمی کی افتتاح کے لئے اور عوام سے اس کو روشناس کرانے کے لئے ضرورت تھی کہ ایک "یوم سپرو" منایا جائے۔ ظاہر ہے کہ محض اعلان کرنے سے اور ایک جلسہ کر لینے سے اکیڈیمی چل نہیں سکتی۔ ہمارا اصل کام تو اب شروع ہو رہا ہے۔ ہم میں سے جن لوگوں نے اکیڈیمی کے کام کا بیڑا اٹھایا ہے وہ اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کریں گے، مگر پبلک کی مدد اور دلچسپی کے بغیر ظاہر ہے کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ہمیں امید ہے کہ نہ صرف سرتیج بہادر سپرو مرحوم کے عزیز، دوست اور معتقدین ہی ہماری مدد کریں گے بلکہ ہر وہ شخص جس کو اردو زبان عزیز ہے اور جو اس کی بقا کا خواہش مند ہے ہر ممکن طریقہ سے اس اکیڈیمی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے گا۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس اکیڈیمی کی صدارت کے لئے ہمارے پاس پنڈت ہردے ناتھ کنزرو جیسی ہر دل عزیز اور مدبر ہستی موجود ہے، جن کے تعلقات سرتیج بہادر سپرو سے عزیزانہ و دوستانہ ہی نہیں تھے بلکہ جو اردو کلچر کے باب میں مرحوم کے سچے جانشین ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کی رہنمائی میں یہ اکیڈیمی اپنے ارادوں میں کامیاب ہوگی۔

ہمیں بڑی مسرت ہے کہ اکیڈیمی کی افتتاح کے لئے حضرت مولانا ابو الکلام آزاد تشریف لائے ہیں۔ اور ہم ان کے تہہ دل سے شکرگزار ہیں۔ موصوف نہ صرف سرتیج سپرو مرحوم کے عزیز دوستوں میں سے تھے بلکہ ان کا رتبہ ادبی دنیا میں جو ہے اس سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔

میں اکیڈیمی کی افتتاح کے بعد جناب مولانا صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اس نمائش کا بھی افتتاح فرمائیں جو یوم سپرو کے سلسلہ میں ہو رہی ہے۔ اس نمائش کے لئے حیدرآباد لکھنؤ۔ کلکتہ۔ علی گڑھ وغیرہ سے نایاب قلمی نسخے اور نادر

مطبوعات فراہم کی گئی ہیں۔ ان کتابوں کی فراہمی کے سلسلہ میں ہم ڈاکٹر تاراچند صاحب، جناب ولودی صاحب چیف منسٹر حیدر آباد، راجہ رام کمار صاحب مالک نولکشور پریس اور دیگر حضرات کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹایا ہے۔

یوم سپرو کے سلسلہ میں ایک اردو کانفرنس اور ایک آل انڈیا مشاعرہ بھی ہو رہا ہے جس میں ملک کے نامور ادیب اور شاعر حصہ لے رہے ہیں۔ کانفرنس کل دن میں ڈھائی بجے شروع ہو گی اور مشاعرہ رات کو ۹ بجے ہو گا۔ کانفرنس اور مشاعرہ دونوں کی نشستیں یہیں ہوں گی۔

اکیڈیمی ان تمام حضرات کی مشکور ہے جنہوں نے اس جلسہ میں شرکت فرما کر یوم سپرو کو کامیاب بنایا۔ اور امید کرتی ہے کہ آئندہ بھی آپ اکیڈیمی کے معاملات میں اسی طرح دلچسپی لیتے رہیں گے۔ اکیڈیمی جناب مرزا محمود بیگ صاحب پرنسپل، دہلی کالج اور اس تاریخی مدرسہ کے اساتذہ کی بھی شکر گذار ہے جن کی اعانت کے بغیر یہ جلسہ کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔

میں حضرت مولانا ابو الکلام آزاد صاحب کا پھر اک بار شکریہ کروں گا کہ انہوں نے اس جلسہ کی صدارت قبول فرمائی اور ان سے التجا کروں گا کہ وہ براہِ کرم سپرو اکیڈیمی کا افتتاح فرمائیں۔